إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ

اسلام غربت واجنبیت سے شروع ہوا اور جس غربت واجنبیت سے شروع ہوا اس پر عنقریب لوٹ جائیگا

اسلام

کی

اجنبیت

تالیف:

ابراہیم بن عبد اللہ المزروعی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

تمہید

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ،

حمد وثناء کے بعد:

غربت اسلام اور اسکی اجنبیت کے تعلق سے یہ حدیث بہت معروف ہے: (إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ) ترجمہ: بے شک اسلام غربت و اجنبیت سے شروع ہوا اور جس غربت و اجنبیت سے شروع ہوا اس پر عنقریب لوٹ جائیگا پس بشارت ہے جنت کی، غرباء کے لئے۔

آزمائشوں میں ڈال کر ایمان پر مومنوں کی استقامت وعزیمت کا امتحان لینا اللہ تعالیٰ کا وہ قانون ہے جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ. وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ) یعنی لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد انہیں یوں چھوڑ دیا جائے گا اور انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا! (نہیں نہیں) ہم ان سے پہلوں کو بھی آزمائش میں میں ڈال چکے ہیں پس اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتا ہے کہ اپنے دعوی ایمانی میں سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں؟ (العنکبوت: ۳)۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو آزماتا رہے گا، امتحان لیتا رہے گا۔ انہیں آزمائشوں میں ایک آزمائش یہ بھی ہے جس کا اس حدیث میں ذکر ہوا ہے، یعنی غربت اور اجنبیت کی آزمائش۔

غربت اور اجنبیت کی آزمائش سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد مسلمان کا یہ احساس وادراک ہے کہ وہ اس پورے معاشرے میں تنہا ہے، اجنبی ہے، دھتکارہ ہوا ہے، مشرود ومطرود ہے، اس احساس کی

وجہ یہ ہے کہ وہ توحید وسنت کے منہج کو سمجھ کر اپنا چکا ہے اور باقی معاشرہ اس منہج سے باغی ہے لہٰذا اب اس کی معاشرے کے ساتھ نہیں بنتی ۔ نہ وہ معاشرے کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے نہ معاشرہ اس کے ساتھ ۔ معاشرہ اسے تکلیفیں پہنچاتا ہے اور وہ برداشت کرتا ہے ۔ بعض اوقات غربت واجنبیت کا یہ دائرہ اور تنگ ہوجاتا ہے اور یہ شخص اپنے ہی گھر کی چاردیواری میں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہے، کہنے کو اس کی ماں بھی ہے، باپ بھی ہے، بھائی اور بہنیں بھی ہیں، ایک گھر میں رہتے بھی ہیں، مگر وہ بلکل اجنبی اور دھتکارہ ہوا ہے، وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی بدعقیدگی سے بیزار ہے ان کے شرک و بدعت سے ناراض ہے اس کی اپنے اہل خانہ سے نہیں بنتی ۔ لہٰذا وہ ان کے درمیان ایک چھت تلے رہتے ہوئے بھی محض اجنبی اور غریب ہے ان کے طعنے سہتا ہے گالیاں برداشت کرتا ہے ظلم وزیادتی قبول کرلیتا ہے مگر ان کے شرک و بدعت کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرتا ۔ بعض اوقات بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں فاقے برداشت کرنے پڑتے ہیں گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن ہونا پڑتا ہے مال و دولت اور جائیداد سے عاق ہونا پڑتا ہے دنیا کی سہولتیں چھین لی جاتی ہیں مارکٹائی تک کی نوبت آجاتی ہے ۔ وہ اللہ کی رضا کے لیے سب کچھ قبول کرلیتا ہے یہ ہے وہ اجنبی اور غریب جس کو اس حدیث میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارتیں دے رہے ہیں: فطوبی للغرباء، یعنی ان غرباء کے لئے بشارت ہے ۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: (ومن الغرباء یا رسول الله ؟) یارسول اللہ! یہ غریب اور اجنبی لوگ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الذین یصلحون اذا فسد الناس) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو فاسق وفاسد اور بدعقیدگی میں مبتلا معاشرے کی اصلاح کا کام کرتے رہیں ۔ لوگوں کی ظلم وزیادتی برداشت کرلیں لیکن دعوت واصلاح کا فریضہ انجام دیتے رہیں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں ۔

مسند احمد، دارمی، اور ابن ماجہ وغیرہ میں اس سوال کا یہ جواب منقول ہے: (النزاع من القبائل)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو بر بنائے ایمان وعقیدہ اپنے قبیلوں اور برادریوں سے کٹے ہوئے ہیں وہ اپنے خونی رشتے محض اس لیے توڑ دیتے ہیں کہ ان کے قبیلوں اور برادریوں والے بدعقیدہ ہیں بدعات و رسومات باطلہ کے خوگر ہیں لہٰذا وہ ان سے کٹ جاتے ہیں اور اپنے عقیدہ ومنہج پر قائم رہتے ہیں انتہائی صبر اور استقامت کے ساتھ۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرباء کی تعریف یوں کی ہے: (اناس صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر من یعصیهم اکثر ممن یطیعهم) یعنی یہ وہ نیک لوگ ہیں جو تعداد میں کم ہوتے ہیں اور ایک بہت بڑے بدکردار معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں، ان کے نافرمان زیادہ ہوتے ہیں اور فرماں بردار کم ہوتے ہیں۔ان احادیث کا ملخص یہ ہے کہ وہ غرباء جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم بشارتیں ذکر فرمائی ہیں وہ مندرجہ ذیل صفات کے حامل ہوتے ہیں۔

۱- وہ اپنے قبیلوں، برادریوں اور گھربار سے محض دین کی بنیاد پر الگ تھلگ ہو جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہیں بڑی اذیتیں سہنا پڑتی ہیں، لیکن دامن صبر ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ بلکہ یہ لوگ اپنی اس پر مشقت زندگی پر انتہائی پرسکون اور مطمئن نظر آتے ہیں اور توحید وسنت کی نعمتوں کو سجائے انتہائی قابل فخر زندگی گذار کر اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت میں پہنچ جاتے ہیں اب ان کے لئے کوئی دکھ اور تکلیف باقی نہیں رہی۔

۲- دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اصلاح کا کام کرتے رہتے ہیں، کفر وشرک اور بدعات ورسومات کے خلاف ہمیشہ صف آراء رہتے ہیں اور کسی لمحہ دعوتی ذمہ داری سے غافل نہیں ہوتے۔ظاہر ہے دعوت واصلاح ہر دور کی ضرورت ہے اور یہ انتہائی کٹھن اور صبر آزما کام ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دعوت کو جہاد کبیر قرار دیا ہے کیونکہ داعی کو بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں، بڑی بڑی آزمائشوں کا

سامنا کرنا پڑتا ہے،بعض اوقات جسمانی اذیتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔

۳- تیسری خوبی یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ تعداد میں کم ہوتے ہیں، ان کے حمائتی کم ہوتے ہیں اور مخالفین زیادہ ہوتے ہیں، انہیں کثرت تعداد کا کبھی زعم وغرور نہیں رہا۔

اس رسالے کے اندر غربت اسلام کو آیات و احادیث اور اقوال سلف کی روشنی میں بہترین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے،بطور خاص دور حاضر میں اسکی شکلوں اور صورتوں کو واضح کر دیا گیا ہے۔

دعاء ہیکہ اللہ تعالی اس رسالے کو مفید بنائے اور صاحب رسالہ نیز اسکی نشر و اشاعت کرنے والوں کے کیلئے اسے ذخیرہ آخرت بنائے اور تمام مسلمانوں کو ہر شر وفتن سے محفوظ رکھے۔آمین

کتبہ:

د/ اجمل منظور المدنی

مقدمہ

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم والنبيين،
وأشهدأن لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له، وأشهدأن محمدا عبده ورسوله،
أما بعد:

غربت اسلام اور اسکی اجنبیت پر یہ گفتگو ایک مقدمہ، پانچ عناصر اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے، اور عناصر موضوع درج ذیل ہے:

۱-غربت اور غرباء والی حدیث پر گفتگو۔

۲-غربت کے اقسام۔

۳-صحابہ کی غربت، اسکے اسباب اور مظاہر اور یہ کہ انہوں نے اس کا مقابلہ کیسے کیا؟

۴-صحابہ کی غربت اور آج کی غربت کے درمیان مقارنہ۔

۵-ہر دور میں غربت کا مقابلہ کیسے کیا گیا اور اسکے لئے کیا وسائل اپنائے گئے۔

اس کے اندر غربت اور غرباء کے اوصاف سے متعلق تین علمائے اسلام کے اقوال نقل کئے جائیں گے اور یہ کہ انکا تصرف کیسا ہوگا:۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے مدارج السالکین کے اندر غربت اور اجنبیت کے باب کے تحت کہا: لوگوں میں مسلمان اجنبی ہیں، مومنین مسلمانوں میں اجنبی ہیں، بدعات ونفس پرستی سے دور رہنے والے اہل سنت والجماعہ بدعتیوں میں اجنبی ہیں، یک سنت کی طرف دعوت دیتے ہیں، یہ مخالفین کی تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں، انکی غربت اور اجنبیت اللہ اور اسکے رسول اور اسکے دین کی خاطر ہے، انکی غربت وحشتناک ہے، کیونکہ انہوں نے غیر اللہ کی پناہ نہیں لی ہے، اور نہ ہی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے سوا کسی

دوسری چیز کی طرف نہیں بلایا۔ یہ غربت صاحب غربت کے لئے وحشت ناک نہیں ہوتی ہے کیونکہ اسکا کارساز اللہ ہے، یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جبکہ دوسروں نے ساتھ چھوڑ دیا، دشمنی کی اور سختی کا برتاؤ کیا۔

غرباء کے اوصاف:

* جب لوگ سنت کو چھوڑ چکے ہوں گے تو اس وقت یہ اسے مضبوطی کے ساتھ تھام کر رکھیں گے۔
* جب لوگوں بدعتوں کے دلدادہ ہوں گے اس وقت یہی لوگ بدعات سے دور رہوں گے۔
* توحید پر عمل پیرا ہوں گے جبکہ اکثر لوگ توحید سے بیزار ہوں گے۔
* یہ اللہ اور اسکے رسول کو چھوڑ کر کسی کی طرف بھی اپنی نسبت نہیں کریں گے، نہ تو کسی شیخ کی طرف، نہ کسی مذہب اور گروہ کی طرف۔
* یہی لوگ حقیقت میں انگاروں پر زندگی گزاریں گے۔
* زیادہ تر لوگ انکی ملامت کریں گے۔
* انکی اجنبیت کی وجہ سے لوگ انہیں شاذ اور بدعتی کہیں گے۔ اور سواد اعظم کے چھوڑنے کا ان پر الزام لگائیں گے۔

اسلام آغاز میں بھی غربت کا شکار تھا جب وہ بت پرستوں، صلیبیوں، مجوسیوں، یہودیوں، کواکب پرستوں اور فلسفہ پرستوں کے بیچ میں ظاہر ہوا تھا۔ اس وقت جو مسلمان ہوتا وہ خود اپنے اہل وعیال اور گھر خاندان میں اجنبی بن کر رہ جاتا تھا، یہاں تک کہ اسلام کا غلبہ ہوا اور اسکی دعوت عام ہوئی اور لوگ فوج در فوج دین اسلام کے اندر داخل ہونے لگے، پھر وہ اجنبیت ختم ہوگئی۔ اسکے بعد پھر دوبارہ وہی اجنبیت دھیرے دھیرے آنے لگی جس طرح آغاز میں آئی تھی۔ بلکہ جس اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ

کے صحابہ تھے آج اس پر باقی رہنے والے پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ اجنبیت کا شکار ہیں۔

اس طرح اگر دیکھا جائے تو حقیقی اسلام اور اسکے ماننے والے اس وقت کہیں زیادہ اجنبیت کا شکار ہیں، چنانچہ اگر آج کوئی مومن اسی راستے پر چلنا چاہتا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے تو اسے جان لینا چاہیے کہ اہل بدعت اس پر تنقید کرنا شروع کر دیں گے، از پر طعن و تشنیع کریں گے نیز اسے حقیر سمجھیں گے، بلکہ لوگوں کو اس سے بھرکائین گے، اور اسکے خلاف چال چلیں گے یہاں تک وہ سازش کا شکار ہو جائے گا۔

اس طرح وہ اپنے ہی دین میں اجنبی ہو جائے گا، سنت پر عمل کرنے میں اجنبی ہوگا، بدعتوں پر بولنے میں اجنبی ہوگا، عقیدے میں اجنبی ہوگا کیونکہ دوسروں کے عقائد مختلف ہوں گے۔ حتی کہ وہ نماز پڑھنے میں اجنبی لگے گا کیوں کہ دوسروں کی نمازیں سنت کے مطابق نہ ہوں گی۔

منحرف لوگوں کے درمیان سیدھی راہ پر چلنے کی وجہ سے اجنبی ہوگا، کسی امام کی طرف نسبت نہ کر کے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی نسبت کرنے کی وجہ سے اجنبی ہوگا، سماج میں لوگوں کے طور طریقے اور رہن سہن میں وہ اجنبی ہوگا کیوں کہ اسکا طریقہ سنت کے مطابق ہوگا۔ منجملہ وہ ہر معاملے میں اجنبی ہوگا کوئی اسکا مددگار اور سننے والا نہیں ہوگا۔ وہ جاہلوں کے بیچ میں عالم ہوگا، اہل بدعت کے درمیان اہل سنت ہوگا، بدعات وانحرافات اور خواہشات کے داعیوں کے بیچ میں وہ کتاب وسنت کا داعی ہوگا، ایسی قوم کے بیچ میں نہ کر وہ معروف کا حکم دے گا اور منکر سے روکے گا جن کے یہاں معروف منکر اور منکر معروف ہو جائے گا۔ انتہی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاوی: ۱۸ / ۲۹۷ کے اندر کہا: اسلام کا آغاز غربت میں ہوئی ہے، پھر دھیرے دھیرے مضبوط ہوا یہاں تک کہ پھیلتا گیا پھر وہ دھیرے دھیرے اجنبی ہوتا جائے گا یہاں کہ دوبارہ اسے اللہ تعالی طاقت دے گا یہاں تک کہ پھر غالب آجائے گا، حدیث کے اندر

وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا "۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اس امت کے لیے ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا" سنن ابی داود (۴۲۹۱)۔

اور یہ تجدید مٹنے کے بعد ہوگا، اور یہی غربت اسلام ہے، اس حدیث سے پتہ چلا کہ ایک مسلمان کو جو صحیح منہج پر ہے اسے قلت تعداد سے غم میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، اور نہ ہی وہ اپنا سینہ تنگ کرے، اور نہ ہی وہ اپنے دین میں شک کرے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دین کے بعض حصوں میں غربت کا شکار ہو جسے صرف چند لوگوں کے سوا کوئی نہ جانتا ہو۔ ایسی ہی حالت میں ان لوگوں کو خوش خبری سنائی گئی ہے جو مکمل طور پر شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اسی طرح جس طرح اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ انتہی۔

مفہوم یہ ہے کہ اسلام جب آیا تو اس کے ماننے والوں کی زندگی جس اجنبیت کے عالم میں گزر رہی تھی یہاں تک کہ لوگ ان سے نفرت کرتے تھے، اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو اپنے لیے حقارت سمجھتے تھے انہیں تکلیفیں پہنچاتے تھے، ٹھیک اسی اجنبیت کے عالم میں اسلام کے آخری دور میں اس کے پیروکار ہوں گے، لیکن خوشخبری اور مبارک بادی ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس اجنبی حالت میں اسلام کو گلے سے لگایا اور جو اس کے آخری دور میں اسے گلے سے لگائیں گے، اور دشمنوں کی تکالیف برداشت کر کے جان و مال سے اس کی خدمت واشاعت کرتے رہیں گے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب الاعتصام کے مقدمے میں کہتے ہیں: میں سب سے پہلے نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کا وہ قول یاد دلاؤں گا جس میں آپ نے فرمایا ہے:(إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ) ترجمہ: اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا، عنقریب پھر اجنبی بن جائے گا، لہٰذا ایسے وقت میں اس پر قائم رہنے والے اجنبیوں کے لیے خوشخبری و مبارک بادی ہے۔

اس حدیث کے اندر غربت کی صفت بتائی گئی ہے کہ جس طرح آغاز اسلام میں لوگ غربت اور اجنبیت کا شکار تھے اسی طرح آخر میں بھی اجنبیت کا شکار ہوں گے، کیوں کہ اللہ تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہلیت کے دور میں مبعوث کیا تھا جنہیں حق کی معرفت کچھ بھی نہیں تھی، بلکہ وہ انہیں منحرف افکار و آراء پر عمل کرتے تھے جو انہیں وراثت میں ملی تھی، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان آئے اور انہیں سچے دین کی دعوت پیش کی تو انہوں نے آپ پر طرح طرح کا بہتان لگایا، کبھی جھوٹا کہا، کبھی جادوگر کہا، کبھی پاگل کہا، اور دشمنی اس حد تک کی کہ قریبی لوگ بھی آپ کے خلاف سنگ دلی کرنے لگے، اب اس سے زیادہ غربت اور کیا ہوگی۔ پھر دھیرے دھیرے لوگ آپ سے جڑتے گئے یہاں تک کہ وہ اجنبیت ختم ہوگئی۔

آغاز اسلام میں لوگوں نے خوب تکلیفوں کا سامنا کیا، یہاں تک کہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے مگر اللہ اور اسکے رسول کی خاطر دین کی محبت میں گھربار چھوڑ دیا، کچھ ایسے تھے جن کا کوئی مددگار نہیں تھا انہیں بہت زیادہ تکلیفوں دی گئیں۔ یہ غربت بالکل واضح ہے، پھر دین اسلام دھیرے دھیرے مضبوط ہوا یہاں تک عام ہوگیا، مگر آگے چل کر سنت سے بیزاری پیدا ہوئی اور بہت سے فرقے وجود میں اگئے، اور سنت پر بدعات و انحرافات کا غلبہ ہوگیا، مگر ایک جماعت سنت پر باقی رہی اور قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ جماعت گمراہ اور منحرف فرقوں سے برابر جہاد کر رہی ہے اور اللہ سے اجر و ثواب حاصل کر رہی ہے۔

میں نے یہ بات بطور تمہید کہی ہے کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے، اسی لئے میں نے

اصول دین سے شروع کیا ہے پھر اسکے فروعات پر بات کریں گے، اور بیان کریں گے کہ بدعت کسے کہتے ہیں اور سنت کسے کہتے ہیں، پھر میں اسی جماعت کے ساتھ چلنے کیلئے کہوں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد اعظم کہا ہے، اور یہ وہی جماعت ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے۔

جب میں نے سیدھے راستے پر چلنے کا فیصلہ کیا تو خود کو اجنبی محسوس کرنے لگا تو میں نے انہیں کی پیروی کرلی اور سنت نیز سلف صالح کی مخالفت کرلی لیکن میں نے دیکھا کہ نجات تو سنت کی اتباع کرنے میں ہے اور ہلاکت اس سے دور رہنے میں ہے، اور لوگ اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ انتہی۔

حدیث غربت اور غرباء پر گفتگو:

ا- حدیث غربت اور غرباء:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ "۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا، عنقریب پھر اجنبی بن جائے گا، لہٰذا ایسے وقت میں اس پر قائم رہنے والے اجنبیوں کے لیے خوشخبری و مبارک بادی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۶۲۹)۔

اس حدیث میں تین اضافے ہیں:

پہلا اضافہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہی میں یک اضافہ ہے: (قيل يا رسولَ الله: مَن الغرباءُ؟ قال: الذين يصلحون إذا فسد الناسُ) ترجمہ: پوچھا گیا: اللہ کے رسول! وہ غرباء کون ہوں گے؟ تو فرمایا: جب لوگ بگڑ جائیں گے تو وہ اصلاح کریں گے۔

دوسرا اضافہ: مسند احمد (٦٦٤٩) میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلَعَتْ الشَّمْسُ فَقَالَ يَأْتِي اللَّهَ قَوْمٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نُورُهُمْ كَنُورِ الشَّمْسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَحْنُ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا وَلَكُمْ خَيْرٌ كَثِيرٌ وَلَكِنَّهُمْ الْفُقَرَاءُ وَالْمُهَاجِرُونَ الَّذِينَ يُحْشَرُونَ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ وَقَالَ طُوبَى لِلْغُرَبَاءِ طُوبَى لِلْغُرَبَاءِ طُوبَى لِلْغُرَبَاءِ فَقِيلَ مَنْ الْغُرَبَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَاسٌ صَالِحُونَ فِي نَاسِ سَوْءٍ كَثِيرٍ مَنْ يَعْصِيهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيعُهُمْ

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ اس طرح آئیں گے کہ ان کا نور سورج کی روشنی کی طرح ہو گا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! کیا وہ ہم لوگ ہوں گے؟ فرمایا نہیں تمہارے لئے خیر کثیر ہے لیکن یہ وہ فقراء مہاجرین ہوں گے جنہیں زمین کے کونے کونے سے جمع کر لیا جائے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ خوشخبری ہے غرباء کے لئے کسی نے پوچھا یارسول اللہ! غرباء سے کون لوگ مراد ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برے لوگوں کے جم غفیر میں تھوڑے سے نیک لوگ، جن کی بات ماننے والوں کی تعداد سے زیادہ نہ ماننے والوں کی تعداد ہو۔

تیسرا اضافہ: مسند احمد میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ قِيلَ وَمَنْ الْغُرَبَاءُ قَالَ النُّزَّاعُ مِنْ الْقَبَائِلِ.

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام کی ابتداء بھی اجنبی میں ہوئی، اور عنقریب یہ اسی حال پر لوٹ جائے گا جیسے اس کا آغاز ہوا تھا، سو خوشخبری ہے غرباء کے لئے، کسی نے پوچھا غرباء سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا قبائل سے کھینچ کر لائے جانے والے لوگ۔

شرح حدیث:

(بدأ): یہ ابتداء سے ماخوذ ہے جو ظھر کے معنی میں ہے یعنی جس وقت اسلام کا ظہور رہوا۔

(غریبا): یہ غرب اور غربہ سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب وطن اور گھر خاندان سے دور ہو جانا ہے۔ یہاں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو تشبیہ دی ہے اس آدمی سے جو اپنے گھر خاندان سے دور ہو جاتا ہے، اور اپنی ہی قوم میں وہ اجنبی بن جاتا ہے۔ اسی طرح اہل باطل کے درمیان مسلمان ہوں گے۔

(سیعود غریبا کما بدأ): امام آجری نے کہا ہے کہ نفس پرستی اور خواہشات کی کثرت ہوگی، اس وقت بہت سے لوگ گمراہ ہوں گے، اور جو اہل حق ہوں گے وہ اپنے ہی لوگوں کے درمیان اجنبی ہوں گے۔

(فطوبی للغرباء): طوبی جنت میں ایک درخت کا نام ہے، یہی سب سے بہتر تفسیر ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوبَى لِمَنْ رَآكَ وَآمَنَ بِكَ قَالَ طُوبَى لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِي ثُمَّ طُوبَى ثُمَّ طُوبَى ثُمَّ طُوبَى لِمَنْ آمَنَ بِي وَلَمْ يَرَنِي قَالَ لَهُ رَجُلٌ وَمَا طُوبَى قَالَ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ مِائَةِ عَامٍ ثِيَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَخْرُجُ مِنْ أَكْمَامِهَا۔

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جنہیں آپ کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ آپ پر ایمان لائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی طوبی (خوشخبری) ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے، اور طوبی پھر طوبی پھر طوبی ہے ان لوگوں کے لئے جو مجھ پر بن دیکھے ایمان لائیں گے، اس آدمی نے پوچھا کہ" طوبی" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کی مسافت سو سال کے برابر ہے اور اہل جنت کے کپڑے اسی کی تہہ میں سے نکلیں گے۔ (مسند احمد، صحیح الجامع: ۱۹۱۸)۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو صفت بیان کی گئی ہے (النُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِلِ) یعنی قبائل سے کھینچ کر لائے جانے والے لوگ۔ آغاز اسلام میں مسلمانوں کی یہی حالت تھی۔ ہر کوئی اپنے گھر خاندان قبیلے سے بھاگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا، اور آخری دور میں بھی جن فتنوں کا عروج ہو گا تو یہی حالت ہوگی کہ لوگ اپنے گھر خاندان کو چھوڑ کر دور ہو جائیں گے ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا۔

غربت کے اقسام:

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ غربت کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اہل حق کی غربت اہل باطل کے درمیان، اس غربت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح وستائش کی ہے، اور بتلایا ہے کہ اسلام جیسے آغاز میں اجنبی تھا ویسے بعد میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ اور یہ اجنبیت زمان ومکان ہر اعتبار سے ہوگی، اور جزوی طور پر بھی ہو سکتی ہے بایں طور کہ کہیں پر اجنبیت ہو اور کہیں پر نہ ہو، کسی وقت میں ہو اور کسی وقت میں نہ ہو۔ یہ اہل حق ہوں گے، اللہ اور اسکے رسول کے سوا کسی

کی طرف اپنی نسبت نہیں کریں گے یہاں تک کہ اکثر لوگ ان سے دشمنی کرلیں گے۔ حسن بصری نے کہا کہ مومن دنیا میں اجنبی ہوتا ہے تکلیف کے وقت گھبراتا نہیں اور خوشحالی کے وقت مقابلہ نہیں کرتا، لوگوں کے مقابلے اس کا حال الگ ہوتا ہے۔

دوسری قسم: اہل باطل کی غربت: یہ غربت مذمومہ ہے، یہ وہ اہل باطل ہوں گے جو اہل حق کے درمیان اجنبی بن کر رہیں گے، خواہ انکے پیروکار زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

تیسری قسم: غربت مشترکہ: جو نا قابل تعریف ہوگی اور نہ ہی قابل مذمت، اسے وطن کی غربت کہتے ہیں، اور یہاں اس اعتبار سے سب لوگ اجنبی ہیں، کیونکہ یہاں پر کسی کا دائمی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہاں کیلئے پیدا کئے گئے ہیں، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي، فَقَالَ: " كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا ”دنیا میں اس طرح ہو جا جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو۔“ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو، اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آدمی اس دنیا میں اجنبی کیوں کر نہ ہو جبکہ وہ حالت سفر میں ہے، وہ جا کر اہل قبور کے بیچ ہی میں ٹھہرے گا، اس طرح وہ گرچہ مقیم ہو مگر حال مسافر ہی کی ہے۔

غربت صحابہ: اسباب ومظاہر اور غربت کا مقابلہ:

صحابہ کی غربت اسلام کے اندر پہلی غربت تھی جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ اسلام جیسے آغاز میں اجنبی تھا ویسے بعد میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔اسلئے ہمیں اسی پہلی غربت کے تعلق سے کلام کرنا ہوگا تا کہ ہم اسی کو قدوہ اور آئیڈیل بنائیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے بایں طور کہ ہم موجودہ غربت کا مقابلہ صحیح ڈھنگ سے کرسکیں، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسانیت جاہلیت کی حالت میں تھی، جہالت، نفس پرستی اور بگاڑ دینی، اخلاقی، سماجی اور معاشی ہر میدان میں چھائی ہوئی تھی، وہ اللہ کے ساتھ بہت سارے دیگر معبودوں کی پرستش کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری (۴۳۷۶) کے اندر وارد ہوا ہے:

عَن أَبِی رَجَاءٍ الْعُطَارِدِیِّ، یَقُولُ: " کُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ أَخْیَرُ مِنْهُ أَلْقَیْنَاهُ وَأَخَذْنَا الْآخَرَ، فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَیْهِ، ثُمَّ طُفْنَا بِهِ، فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ، قُلْنَا: مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ، فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِیهِ حَدِیدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِیهِ حَدِیدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَأَلْقَیْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ.

ترجمہ: ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پہلے پتھر کی پوجا کرتے تھے اور اگر کوئی پتھر ہمیں اس سے اچھا مل جاتا تو اسے پھینک دیتے اور اس دوسرے کی پوجا شروع کر دیتے۔اگر ہمیں پتھر نہ ملتا تو مٹی کا ایک ٹیلہ بنا لیتے اور بکری لا کر اس پر دوہتے اور اس کے گرد طواف کرتے۔جب رجب کا مہینہ آجاتا تو ہم کہتے کہ یہ مہینہ نیزوں کو دور رکھنے کا ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس لوہے سے بنے ہوئے جتنے بھی نیزے یا تیر ہوتے ہم رجب کے مہینے میں انہیں اپنے سے دور رکھتے اور انہیں کسی طرف پھینک دیتے۔

وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، سود کھاتے تھے، فواحش ومنکرات کا ارتکاب کرتے تھے۔اسی

فاسد ماحول میں کچھ اچھے لوگ بھی پائے جاتے تھے جنہیں حنفاء یا متحفین کہا جاتا تھا، وہ جاہلیت کی تمام شکلوں کا انکار کرتے تھے، انہیں میں زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل بھی تھے۔ ایسی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ان اہل حق اور مظلوم مومنوں کیلئے مددگار ثابت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آغاز میں اجنبی تھے یہاں تک کہ آپ کا ساتھ سیدنا ابوبکر، پھر خدیجہ پھر علی، بلال اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم وغیرہ نے دیا، ان لوگوں نے ابتدائی غربت کو بہت جھیلا۔

غربت کے اسباب:

۱- دور جاہلیت سے ابھی جلد ہی نکلے تھے۔

۲- عادات وتقالید اور قبائلی تعصب کا اثر، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ) ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟ (لقمان:۲۱)۔

۳- اہل کتاب نے بت پرست عربوں کا ساتھ دیا اور سب نے چوطرفہ مومنوں کی جماعت پر حملہ کیا۔

۴- مومنوں کا کفار کے زیر تسلط ہونا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور مومنوں کا دفاع نہیں کر سکتے تھے، اس طرح وہ اپنے ہی قبیلے اور قوم میں اجنبی تھے، صحیح بخاری (۳۹۰۵) کے اندر وارد ہوا ہے:

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ،

وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتَّى بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنَا لَكَ جَارٌ ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ، فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِي أَشْرَافِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ فِيهَا، وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَفْتِنَ نِسَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا... الحديث.

ترجمہ: ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے اپنے ماں باپ کو دین اسلام ہی پر پایا اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر صبح وشام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں ۔ پھر جب (مکہ میں) مسلمانوں کو ستایا جانے لگا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ حبشہ کی ہجرت کا ارادہ کر کے نکلے ۔ جب آپ مقام برک غماد پر پہنچے تو آپ کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوئی جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا ابو بکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ملک ملک کی سیاحت کروں (اور آزادی کے ساتھ)

اپنے رب کی عبادت کروں ۔ ابن الدغنہ نے کہا لیکن ابو بکر! تم جیسے انسان کو اپنے وطن سے نہ خود نکلنا چاہئے اور نہ اسے نکالا جانا چاہیے ۔ تم محتاجوں کی مدد کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرتے ہو، میں تمہیں پناہ دیتا ہوں واپس چلو اور اپنے شہر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو ۔ چنانچہ وہ واپس آ گئے اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ اس کے بعد ابن الدغنہ قریش کے تمام سرداروں کے یہاں شام کے وقت گیا اور سب سے اس نے کہا کہ ابو بکر جیسے شخص کو نہ خود نکلنا چاہیے اور نہ نکالا جانا چاہیے ۔ کیا تم ایسے شخص کو نکال دو گے جو محتاجوں کی امداد کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور حق کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرتا ہے؟ قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ سے انکار نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر کے اندر ہی کیا کریں، وہیں نماز پڑھیں اور جو جی چاہے وہیں پڑھیں، اپنی عبادات سے ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں، اس کا اظہار نہ کریں کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے اس فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں ۔

انہی ساری وجوہات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے غربت کو جھیلا تھا جس کے مختلف مظاہر تھے:

۱- مسلسل تین سالوں تک خفیہ دعوت دینی پڑی، دار ارقم میں مسلمان چھپ کر عبادت کرتے تھے ۔

۲- پیروکاروں کی قلت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے کے وقت دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ غلام، دو خواتین اور ابو بکر تھے ۔

۳- ظلم اور تکلیف کی مختلف مراحل سے گزرنا پڑا بلکہ قتل تک کیا گیا۔

۴-محصوری اور تنگی کے دور سے گزرنا پڑا، چنانچہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا ساتھ میں معاشی بائیکاٹ بھی کیا یہاں تک کہ مسلمانوں کو درخت کے پتے تک کھانے پڑے، بلکہ مکہ کے اندر دعوت پر بھی پابندی لگائی گئی یہاں تک کہ مدینہ کے انصار اسلام میں داخل ہوئے۔

رسول اللہ اور صحابہ نے اس غربت کا مقابلہ کیسے کیا؟

۱-خفیہ دعوت سے جہری دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔

۲- دعوت کو مکہ سے باہر تک پہونچایا گیا، لوگ حبشہ ہجرت کر کے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف گئے، موسم حج میں مختلف قبائل پر دعوت کو پیش کرنے لگے۔

۳- دعوت کی اشاعت کو فرض کر دیا گیا، مسلمان عبادت کھل کر کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک مومن کعبہ کے پاس جا کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کرنے لگا، ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں جا کر انکے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کروں گا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے عمر اسلام لائے اسی وقت سے ہم سر بلند ہیں۔

۴- انصار نے بیعت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی گئی، پھر وہاں پر پہلی اسلامی ریاست کا اعلان ہوا۔

۵- پھر جہاد کا حکم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دستوں کو لڑائی کیلئے بھیجا، اور بعض غزوات میں خود شرکت فرمائی یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا، اور ۸ / ہجری میں مکہ فتح ہوا یہاں تک کہ پہلی غربت اور اجنبیت کا خاتمہ ہو گیا۔

صحابہ کی غربت اور موجودہ غربت کا موازنہ:

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ برحق اسلام جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جس اجنبیت کا دور گزارا ہے اس کے مقابلے آج کے مسلمان زیادہ کہیں زیادہ غربت اور اجنبیت کا شکار ہیں۔

* جس طرح دور جاہلیت کے قریب ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ غربت کی زندگی گزار رہے تھے اس کے مقابلے آج کے دور میں کہیں زیادہ جاہلیت اور گمراہی نیز فساد و بگاڑ کے اسباب سے گزرنا پڑ رہا ہے۔

* باپ دادا اور قبائلی عصبیت کی بنیاد پر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو اجنبیت محسوس کرنی پڑی اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ عصبیت، فرقہ، جماعت اور قومی تعصب موجود ہے۔

* اہل کتاب کے معاندانہ موقف کی وجہ سے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو اجنبیت محسوس کرنی پڑی اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ یہود ونصاری، بودھسٹوں، ماسونیوں، کمنسٹوں، اسی طرح گمراہ فرقوں اور جماعتوں کا سامنا ہے۔

* قبائلی نظام اور عرف وعادت کے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو اجنبیت محسوس کرنی پڑی اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ عرف وعادت اور رسم ورواج، وضعی قوانین اور جمہوری نظام کے تسلط کا سامنا ہے۔

* کفار کے زیر تسلط ہونے کی وجہ سے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو اجنبیت محسوس کرنی پڑی اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ مسلمانوں کو استعمار اور کفار کے تسلط کا سامنا ہے۔

* دعوت کو خفیہ رکھنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کیلئے اجنبیت کا سبب رہا اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ مسلمانوں کو کمنسٹ اور کافروں کے ملکوں میں خفیہ رکھنا پڑتا ہے۔حتی کہ بہت ساری جگہوں پر ایک مسلمان کھل کر عبادت بھی نہیں سکتا۔

* ظلم وستم اور محصوری وتنگی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کیلئے اجنبیت کا سبب رہا تو اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ مسلمانوں کو ظلم وستم اور محصوری نیز مختلف تکلیفوں کا سامنا ہے۔

* دعوت کی محصوری اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کیلئے اجنبیت کا سبب رہا تو اسکے مقابلے میں آج کے دور میں کہیں زیادہ مسلمانوں کی دعوت کو محصور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے،خواہ وہ فکری یلغار کے ذریعے ہو یا گمراہ کن افکار ونظریات کو پھیلا کر ہو۔

غربت کا مقابلہ کیسے کیا جائے اور غرباء اپنی غربت واجنبیت کو ختم کرنے کیلئے کیا کریں؟

اس تعلق سے تین وسائل پر گفتگو ہوگی:

پہلا: غربت اور آزمائش کا مقابلہ کرنے کیلئے صبر وثبات قدمی کا مظاہرہ کرنا۔

دوسرا: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اور دعوت الی اللہ کا کام کرنا۔

تیسرا: شرعی ضوابط کی روشنی میں علیحدگی اختیار کرنا۔

پہلا: غربت اور آزمائش کا مقابلہ کرنے کیلئے صبر وثبات قدمی کا مظاہرہ کرنا:

یہ غربت واجنبیت کو ختم کرنے کا اہم وسیلہ ہے، ایک مسلمان اسلام اور کتاب وسنت کی پابندی کرنے کی وجہ سے غربت محسوس کرتا ہے اور آزمائشوں کا سامنا کرتا ہے،یہ آزمائش استقامت حق کی دلیل

ہوتی ہے جس کا ہونا ضروری ہوتا ہے ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ) ترجمہ: ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹے ہیں (العنکبوت:۳)۔

جب ایک مومن آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ دو موقف کے درمیان ہوتا ہے:

پہلا موقف: اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ) ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھا لیا۔ واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔ (الحج:۱۱)۔

وہ کہتا ہے کہ اگر میرا موقف درست ہوتا تو میری نوکری نہیں جاتی، میری تجارت مندی کا شکار نہیں ہوتی، اور میں جیل میں نہیں جاتا، اس طرح وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

دوسرا موقف: صبر اور ثبات قدمی اختیار کرنا، ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (آل عمران:۲۰۰)۔

چنانچہ ایک بندہ جب صبر کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے تو اللہ تعالی اسکے مقام کو بلند کرتا ہے، اسکے خطاؤں کو معاف کرتا ہے اور وہ اجنبیوں میں شمار ہوتا ہے۔

اور جہاں تک آزمائش کا تعلق ہے تو اسکی مختلف شکلیں ہیں:

* ایک مومن اہل باطل کی طرف سے تکلیفوں کا سامنا کرتا ہے مگر وہ صبر کرتا ہے۔

* وہ اہل وعیال کو لیکر فتنے میں مبتلا ہوتا ہے اور انکی وجہ سے تکلیفوں کا سامنا کرتا ہے مگر صبر سے کام لیتا ہے۔

* وہ سماج کے اندر دیکھتا ہے کہ اہل باطل عیش پرستی میں مبتلا ہیں اور یہ گمنامی کے عالم میں ہے، اس اجنبیت میں رہ کر وہ صبر کرتا ہے۔

* اللہ کی مدد آنے میں تاخیر ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ تکلیفوں پر تکلیفیں برداشت کرتا ہے مگر صبر سے کام لیتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صبر کہتے ہیں کہ تکلیف آنے پر آدمی نہ جزع فزع کرے اور نہ ناراضگی کا اظہار کرے، زبان کو شکایت سے دور رکھے، اسکی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا۔

دوسری قسم: اللہ کی معصیت پر صبر کرنا۔

تیسری قسم: آزمائش پر صبر کرنا۔ انتہی۔

میں کہتا ہوں غرباء کو ان تینوں قسم کے صبر کی ضرورت ہے۔ دین جس قدر اجنبیت کا شکار ہوگا اسی قدر صبر کی ضرورت ہوگی، جس سے اجر میں اضافہ ہوگا جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن أَبِي أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كَيْفَ تَقُولُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ سورة المائدة آية 105، قَالَ: أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:" بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا

وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ يَعْنِي بِنَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ وَزَادَنِي غَيْرُهُ. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالَ: أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ ".

ترجمہ: ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ابوثعلبہ! آپ آیت کریمہ (عليكم أنفسكم) کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: قسم اللہ کی! تم نے اس کے متعلق ایک جانکار شخص سے سوال کیا ہے، میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (کہ کیا اس آیت کی رو سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت باقی نہیں رہی؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم بھلی بات کا حکم دو، اور بری بات سے روکو، یہاں تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ بخیلی کی تابعداری ہو رہی ہو اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہو اور دنیا کو ترجیح دیا جاتا ہو اور ہر صاحب رائے کا اپنی رائے میں مگن ہونا دیکھ لو، تو اس وقت تم اپنی ذات کو لازم پکڑنا اور عوام کو چھوڑ دینا کیونکہ اس کے بعد صبر کے دن ہوں گے ان میں صبر کرنا ایسے ہی ہوگا جیسے چنگاری ہاتھ میں لینا، ان دنوں میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے برابر جو اسی جیسا عمل کرتے ہوں ثواب ملے گا" اور ان کے علاوہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا یہ ثواب ایسے پچاس شخصوں کا ہوگا جو انہیں میں سے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم میں سے پچاس شخصوں کا"۔ (سنن ابی داود: ۴۳۴۱)۔

ایک مومن جب پریشانیوں میں صبر کرتا ہے تو اسکے سامنے بہت سے دشمن کھڑے ہو جاتے ہیں، کچھ تو اسے تکلیفیں دیتے ہیں، کچھ جاہ ومال کے ذریعے اسے فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں، کچھ بڑے القاب سے نوازتے ہیں، ایسی صورت میں ہر اعتبار سے صبر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ صبر کرنا ہی واحد

ذریعہ ہے غربت سے مقابلہ کرنے کا۔

دوسرا: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اور دعوت الی اللہ کا کام کرنا:

غربت کو ختم کرنے کا یہ دوسرا وسیلہ ہے، چنانچہ ایک اجنبی بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، حکمت اور نصیحت کے ساتھ اور بہتر اسلوب اپنا کر، اسی قدر جتنا اس کے پاس طاقت ہو، کیونکہ سماج کے اندر جب بھلائیاں عام ہوں گی اور برائیاں کم ہوں گی تو اچھے لوگ سامنے آئیں گے، اسلئے غربت کو ختم کرنے اور استقامت کیلئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ضروری ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْ عِنْدِهِ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ۔

ترجمہ: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم لوگ امر بالمعروف کرتے رہو اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تم پر ایسا عذاب مسلط کر دے گا کہ تم اللہ سے دعائیں کرو گے لیکن تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (مسند احمد، صحیح الجامع: ۷۰۷۰)۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین (۲/ ۱۷۶) میں کہا ہے کہ ابلیس نے اکثریت کو اس دھوکے میں رکھا ہے کہ وہ نماز و روزہ اور ذکر و اذکار کرتے رہیں، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیں، آخر یہ کون سا دین اور اخلاق ہے کہ ایک طرف اللہ کے محارم اور اسکے دین کی حرمتوں کو پامال کیا جائے، سنت رسول کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے اور آدمی حرکت بھی نہ کرے، خاموشی کو لازم پکڑ لے، یہ گونگا

شیطان ہے۔

جب لوگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالی انہیں مختلف سزاؤں سے دو چار کرتا ہے، ان میں سے چند سزاؤں کا ذکر درج ذیل ہے:

ا-صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ، أَنَّهَا قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّوْمِ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ، يَقُولُ: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ، وَعَقَدَ سُفْيَانُ تِسْعِينَ أَوْ مِائَةً، قِيلَ: أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟، قَالَ: نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ".

ترجمہ: ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عربوں کی تباہی اس بلا سے ہوگی جو قریب ہی آلگی ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اتنا سوراخ ہوگیا اور سفیان نے نوے یا سو کے عدد کے لیے انگلی باندھی پوچھا گیا کیا ہم اس کے باوجود ہلاک ہوجائیں گے کہ ہم میں صالحین بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں! جب برائی بڑھ جائے گی (تو ایسا ہی ہوگا)۔ (صحیح بخاری: ۷۰۵۹)۔

پتہ معاصی اور برائیوں کا ظہور عذاب الہی کا سبب ہے۔

۲- اختلاف وانتشار اور تفرقہ بازی بھی عذاب الہی کی ایک شکل ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[104] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: تم میں سے ایک جماعت

ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں [104] تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (آل عمران: ۱۰۵)۔

۳- عذاب الہی میں سے دعاء کی عدم قبولیت بھی ہے، اس پر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔

اسی طرح معاصی کہ بنیاد پر دنیوی سزائیں بہت ہیں، جنہیں روکنے کا بہتر اور اہم وسیلہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ہے۔

تیسرا: شرعی ضوابط کی روشنی میں علیحدگی اختیار کرنا:

غربت کا مقابلہ کرنے کے وسائل میں گوشہ نشینی اختیار کرنا بھی ہے، ایک مسلمان جب آزمائش میں مبتلا ہو اور غربت کا احساس کرے تو اسے چاہئے کہ وہ مختلف اسالیب سے اسکا مقابلہ کرے جیسے صبر کرے، ثابت قدمی اختیار کرے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے، اگر ان سب پر قادر نہ ہو تو کوئی دوسرا صحیح اور درست شرعی اسلوب اختیار کرلے جس سے وہ نجات پاسکے، اور خود کی حفاظت کر سکے اس کے لئے بہتر وسیلہ گوشہ نشینی اختیار کرنا ہے۔

اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ غربت کی صورت پیش آنے پر سماج کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلے اور مطلق طور پر لوگوں کو چھوڑ دے، بلکہ یہاں مراد یہ ہیکہ گوشہ نشینی ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جن کیلئے مذکورہ دیگر وسائل مناسب نہ ہوں، اب اگر وہ لوگوں کے بیچ میں رہے گا تو خود بھی دین پر باقی نہیں رہ سکے گا، چنانچہ یہ وسیلہ فتنے کیلئے خاص ہے۔

چنانچہ کچھ نصوص ایسے ہیں جوگوشہ نشینی اختیار کرنے پر مدح کرتی ہیں اور کچھ نصوص ایسے ہیں جو سماج اور معاشرے میں لوگوں کے ساتھ رہنے پر مدح کرتی ہیں،اس لئے دونوں طرح کے نصوص کے درمیان تطبیق دیناضروری ہے: گوشہ نشینی اختیار کرنا دراصل الگ تھلگ رہنےکو کہتے ہیں،اب یہ چاہے بدنی ہو قلبی ہو یا دونوں ذریعے سے ہو۔ارشاد باری تعالی ہے:(وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ) ترجمہ: آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔(البقرہ: ۲۲۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا) ترجمہ: میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کرمحروم نہ رہوں گا(مریم: ۴۸)۔

اور اختلاط کہتے ہیں کہ آدمی لوگوں کے درمیان مل کر رہے۔

بعض وہ احادیث جوگوشہ نشینی اختیار کرنے پر مدح کرتی ہیں:

صحیحین میں وارد ہوا ہے:

*عَن أَبَي سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، قَالُوا: ثُمَّ مَنْ، قَالَ: مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللَّهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کون شخص سب سے

افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا ”وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔“ (صحیح بخاری: ۲۷۸۶)۔

* عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ، رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهُ أَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ، فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هَذِهِ الشَّعَفِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هَذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب لوگوں کی زندگی سے اس مرد کی زندگی بہتر ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑوں کی باگ تھامے ہوئے دوڑتا پھرتا ہے اس کی پیٹھ پر، جب کہ شور یا گھبراہٹ سنتا ہے دوڑتا ہے اپنے قتل ہونے کو اور موت کو موت کے مقاموں میں تلاش کرتا پھرتا ہے یا اس مرد کی زندگی بہتر ہے جو بکریاں لے کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں میں سے یا پہاڑ کی کسی نالی میں انہیں نالیوں میں رہتا ہے نماز ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے مرتے دم تک۔ آدمیوں میں سے کوئی شخص خیر میں نہیں سوائے اس کے۔“

اس طرح اور بھی احادیث ہیں۔

***بعض وہ احادیث جو اختلاط کی مدح پر دلالت کرتی ہیں:**

- عَنْ ابن عمر عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ

مُخَالِطًا النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ ".

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے"۔ (سنن ترمذی: ۲۵۰۷)۔

گویا لوگوں کے درمیان رہ کر جمعہ، جماعت، نیکی و بھلائی کے کام اور مجالس خیر میں شریک رہنا، ضرورت مندوں کی خبر گیری، مریضوں کی عیادت اور لوگوں کے دیگر مصالح کے لیے ان سے رابطہ وضبط رکھنا، اس شرط کے ساتھ کہ انہیں بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور ان سے پہنچنے والی تکالیف و ایذاء پر صبر کرے تو اس سے بہتر مسلمان کوئی نہیں ہے۔

- عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نیک مصاحب اور بد مصاحب کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی، مشک والا یا تو تجھے یونہی دے گا (تحفہ کے طور پر سونگھنے کے لیے) یا تو اس سے خرید لے گا یا تو اس سے اچھی خوشبو پائے گا اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا بری بو تجھ کو سونگھنی پڑے گی"۔ (متفق علیہ)۔

اس معنی میں اور بہت سی حدیثیں ہیں مگر ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، اسکی وضاحت درج ذیل

ہے:

۱- اسلام ایک اجتماعی دین ہے، اصل یہی ہے کہ مسلمان سماج میں رہ کر سارے حقوق ادا کرے، مکمل طور پر گوشہ نشینی اختیار کرنے سے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوگی، بہت سارے فرائض اور واجبات چھوٹ جائیں گے۔ مگر کچھ حالات مستثنی ہیں جن کی تفصیل آرہی ہے۔

۲- چنانچہ جو احادیث گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مدح کرتی ہیں انہیں دو وجوہات میں سے کسی ایک پر محمول کریں گے:

پہلی وجہ: یہ حکم ان لوگوں کے حق میں ہے جو جہاد کرنے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے پر قادر نہیں ہیں، اگر یہ لوگ سماج میں رہیں گے تو ان کا نقصان ہوگا اور ساتھ میں دوسروں کا بھی نقصان ہوگا، جیسے کہ اگر یہ منکرات کو دیکھے گا تو پریشان ہوگا اور ٹھیک ڈھنگ سے عبادت بھی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ جو لوگ سماج میں رہنے سے اپنا اور دوسروں کیلئے نقصان سمجھتے ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ اہل علم سے پوچھ کر گوشہ نشینی اختیار کرلیں۔

دوسری وجہ: یہ گوشہ نشینی اختیار کرنا فتنے کے وقت کیلئے خاص ہے، اور جہاں تک عام حالت کی بات ہے تو اس میں اصل یہی ہے کہ مسلمان سماج میں ملکر رہے گا، اور لوگوں کی تکلیف پر صبر کرے گا، اور ہر ممکن طریقے سے دوسروں کو دینی ودنیوی فائدے پہونچانے کی کوشش کرے گا۔

*گوشہ نشینی کی ایک تیسری صورت:

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ہم گوشہ نشینی اختیار کرنے سے یہ مراد نہیں لیتے ہیں کہ سماج کو چھوڑ دیا جائے جمعہ جماعت اور لوگوں کے حقوق ترک کر دیئے جائیں، بلکہ ہم گوشہ نشینی اختیار کرنے سے مراد یہ لیتے ہیں کہ فضول قسم کے لوگوں کی صحبت چھوڑ دی جائے، برائیوں سے دوری اختیار کی جائے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ گوشہ نشینی اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، کچھ تو ویسے ہوتے ہیں جب پر واجب ہوتا ہے کہ وہ سماج میں رہیں جیسے وہ لوگ جو منکرات کو ہاتھ سے مٹانے پر قادر ہوں جیسا کہ امام نووی کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے۔

*گوشہ نشینی کی ایک چوتھی صورت:

جزوی طور پر گوشہ نشینی اختیار کرنا، بایں طور کہ آدمی عبادت کرنے اور حصول علم کیلئے یا کسی دوسرے جائز مقصد کیلئے گوشہ نشینی اختیار کرلے، اس تعلق سے عمر سے اقوال وارد ہیں، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گوشہ نشینی میں سے اپنا حصہ ضرور حاصل کرو۔ مسروق رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آدمی کیلئے ضروری ہے کہ وہ کچھ اوقات گوشہ نشینی اختیار کرے تاکہ استغفار کرے۔

ابوسلیمان خطابی نے کہا کہ گوشہ نشینی کا فائدہ یہ ہیکہ علم وحکمت کے استنباط کرنے میں یہ بہت ہی مفید ہے۔

*گوشہ نشینی کی ایک پانچویں صورت:

قلبی طور پر گوشہ نشینی اختیار کرنا، گرچہ لوگوں کے بیچ میں رہے مگر دلی طور پر جدا رہے، دنیا پرستی سے الگ رہے، بدعات وخواہشات سے دور رہے، البتہ لوگوں کے بیچ میں رہ کر انہیں صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرتا رہے، انہیں نصیحت کرے اور تعلیم دے، اس طرح یہ گوشہ نشینی اور اختلاط دونوں کو جمع کرلے گا بایں طور کہ جسمانی طور پر سماج میں رہے گا لیکن قلبی اور ذہنی طور پر الگ تھلگ ہوگا۔

ابن ابی شیبہ (۱۰۳۲) نے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ لوگوں سے ملکر رہو، اور الگ تھلگ رہو، ان سے صاف دل کے ساتھ ملو، مگر اپنے دین کو لازم پکڑو۔ اس پر کلام نہ کرو۔

چنانچہ جب فساد اور بگاڑ عام ہو جائے اور فتنہ بڑھ جائے تو گوشہ نشینی اختیار کرلو، جیسا کہ بہت سارے نصوص سے پتہ چلتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ
تمہید	۲
مقدمہ	۶
غرباء کے اوصاف	۷
حدیث غربت اور غرباء پر گفتگو	۱۱
شرح حدیث	۱۳
غربت کے اقسام	۱۴
غربت صحابہ: اسباب ومظاہر اور غربت کا مقابلہ	۱۶
غربت کے اسباب	۱۷
رسول اللہ اور صحابہ نے اس غربت کا مقابلہ کیسے کیا؟	۲۰
صحابہ کی غربت اور موجودہ غربت کا موازنہ	۲۱
غربت کا مقابلہ کیسے کیا جائے اور غرباء اپنی غربت واجنبیت کو ختم کرنے کیلئے کیا کریں؟	۲۲
غربت اور آزمائش کا مقابلہ کرنے کیلئے صبر وثبات قدمی کا مظاہرہ کرنا	۲۲
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اور دعوت الی اللہ کا کام کرنا	۲۶
شرعی ضوابط کی روشنی میں علیحدگی اختیار کرنا	۲۸
بعض وہ احادیث جو اختلاط کی مدح پر دلالت کرتی ہیں	۳۰

گوشہ نشینی کی ایک تیسری صورت ۳۲
گوشہ نشینی کی ایک چوتھی صورت ۳۳
گوشہ نشینی کی ایک پانچویں صورت ۳۳

تمت بالخیر